سمندر جیسا ظرف بنالو
استاذہ نگہت ہاشمی
النور پبلیکیشنز

سمندر جیسا ظرف بنالو

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

سمندر جیسا ظرف بنالو

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : سمندر جیسا ظرف بنالو
مُصنّفہ : نکہت ہاشمی
طبع اوّل : مئی 2007ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 98/CII گلبرگ III فون: 042-7060578-7060579
فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1، کینال روڈ، فون : 041 - 872 1851
بہاولپور : 7A عزیز بھٹی روڈ، ماڈل ٹاؤن اے، فون : 062 - 2875199
2885199، فیکس : 062 - 2888245
ملتان : 888/G/1 بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی، بوسن روڈ، گلگشت
فون: 061 - 6220551, 6223646
ای میل : alnoorint@hotmail.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:
مومن کمیونیکیشنز B-48 کرین مارکیٹ بہاولپور
فون 062 - 2888245
قیمت : روپے

ابتدائیہ

پانی اپنی جگہ بنالیتا ہے خواہ یہ جگہ نشیبی زمین ہو، زین کا ہٹ ہو، چشمے ہوں، کنوئیں ہوں، سوتے ندی نالے ہوں، دریا ہوں یا سمندر لیکن ظرف کے اعتبار سے ایک ہی پانی کا مزاج فرق ہوجاتا ہے۔ جتنی ظرف میں وسعت ہوتی ہے اتنا ہی وہ سبھی کے لیے مفید ہوجاتا ہے مثلاً کنوئیں کے پانی سے محدود لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اس کی بہ نسبت دریاؤں سے نہریں نکالی جاتی ہیں تو وسیع علاقے سیراب ہوتے ہیں اور سمندر کی تو کیا ہی بات ہے! لاکھوں ٹن پانی صدقہ کردیتا ہے۔ وہ پانی جو سمندروں سے اٹھتا ہے، بلندیوں پر پہنچتا ہے، پھر ٹھنڈا ہوکر بادلوں کی شکل اختیار کرتا ہے اور اسی عمل سے سمندروں کا پانی پیاسی زمین اور پیاسی زندگی کو سیراب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کو بھی ایسے ہی عالی ظرف بنانا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی ضروریات کے علاوہ خرچ کرے، دن رات خرچ کرے جس سے انسانیت کی قدر ہو۔ دن رات خرچ کرنے سے بھوک ختم ہو، قرض داروں کے قرض ادا ہوں، غلام اور قیدی آزاد ہوں، مسافروں کی پریشانیاں دور ہوں اور انسانیت کو مقصدِ زندگی یاد دلانے کے لئے، ربّ سے جوڑنے کے لئے دن رات دین کی تعلیم اور ترویج و اشاعت کے کام ہوں اور دین کے رفع کے لئے جہاد

فی سبیل اللہ کے کام ہوں۔ جیسے انسان کی ذاتی ضروریات ہیں ایسے ہی انسانیت کی ضروریات ہیں۔ ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سمندر جیسا ظرف بنا لو۔

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرہ: 274)

''جولوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں ان کے لیے ان کا اجران کے رب کے پاس ہوگا، ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے''۔

آیت کے اندر انفاق کے حوالے سے جو چیزیں توجہ طلب ہیں، وہ کیا ہیں؟ پہلی چیز یہ کہ انفاق ہو لیکن کتنا؟ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ رات دن ایک ہی کام، خرچ کرو۔

دوسری چیز جس کی وضاحت کی ضرورت ہے: سِرًّا وَّعَلَانِيَةً افضل تو پوشیدہ صدقہ ہے لیکن جب رات دن ایک ہی کام ہو تو سب کچھ کیسے چھپا لیں؟

تیسری چیز ہے اجر، صلہ۔ جو کرو گے اس کا بدلہ پاؤ گے، یونہی All in vain نہیں چلا جائے گا۔ آپ کے کیے کا بدلہ، پھل ملے گا اور خاص angle ہے جس کی یہاں پہ ڈسکشن ہے کہ ''نہ خوف ہوگا نہ غم''۔

صدقہ کرنا خوف اور غم سے کب بے نیاز کر دیتا ہے؟ کیا یہ بے نیازی دنیا میں بھی ہو سکتی ہے؟ یا اس کا تعلق آخرت کے معاملات سے ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ

''جو لوگ اپنے مال شب و روز خرچ کرتے ہیں''۔

جو لوگ رات دن اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیوں؟ ویسے اگر دیکھیں تو رات دن سبھی خرچ کر رہے ہیں لیکن اپنے ذاتی حوصلوں کے لیے، اپنی ذاتی ضروریات کے لیے، اپنی ذاتی اغراض کے لیے اور دیکھیں ذات کے گرد گھومنے والا چھوٹے سے کنوئیں کے اندر رہتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ کنوئیں کا پانی کتنا limited ہوتا ہے! اس پانی سے لوگ فائدہ تو اٹھاتے ہیں لیکن ویسا فائدہ نہیں ہو سکتا جو فائدہ سمندر دیتا ہے۔

ربّ العزت نے رات دن خرچ کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ صرف ذاتی حوصلوں کے لیے نہیں، اعلیٰ مقاصد کے لیے رات دن خرچ کرو گے تب تبدیلی آئے گی۔ انقلابات کے لیے، تبدیلی کے لیے رات دن خرچ کرنے کی ضرورت ہے اور رات دن خرچ کرنے کی ترغیب دِلا کر ربّ نے ایک محدود ذات کو لامحدودیت عطا کی کہ آؤ تمہیں بتاؤں کہ تم کیسے لامحدود ہو سکتے ہو؟ تمہارا عمل کیسے لامحدود ہو سکتا ہے؟ آؤ دیکھو سمندر کی وسعت کتنی ہے! یہاں تو موتی بنتے ہیں، یہاں کورلز (Corels) بنتے ہیں، یہاں تو ایک وسیع دائرہ کار ہے۔ کتنی مخلوق کو رزق ملتا ہے! کتنی مخلوق کو حیات ملتی ہے سمندر کے اندر! اس سمندر میں کتنی وسعت ہے! ان پانیوں کے اوپر سے کتنا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ ٹرانسفر ہو جاتا ہے! اور سمندر کے اندر کتنی وسعت ہے کہ کبھی رکاوٹ نہیں بنتا، کبھی گلہ نہیں کرتا، کبھی سسٹم میں خرابی نہیں آئی۔ سورج اپنی حرارت سے ٹنوں پانی لے جائے تو سمندر کے اندر وہی وسعت رہتی ہے۔ ٹنوں پانی اوپر چلا جائے، وہ ٹھنڈا ہو، بادل بنیں، اس سے پوری زمین سیراب ہو

جائے یا زمین کا کچھ حصہ، پانی لوگ اسٹور کرلیں، پانی دریاؤں میں بہے، پانی برف کی صورت میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر اسٹور ہو جائے، سمندر بے غرض ہے۔ سمندر سے صرف چند افراد کو پانی نہیں ملتا، اس سے تو سبھی فیض اٹھاتے ہیں، سبھی فائدے حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سمندر جیسا حوصلہ پیدا کرنے کے لیے کہا کہ دیکھو تم سمندر جیسے بن جاؤ! اتنا وسیع کرلو اپنا آپ۔ وہ وسعتِ ظرفی جب پیدا ہو جائے تو ربّ العزت فرماتے ہیں:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

"یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے مال رات دن خرچ کرتے ہیں"۔

ان کے لیے ہمیشہ اپنی ذات آگے نہیں آتی، ان کے سامنے تو بڑے بڑے مقاصد ہیں۔ یہ ان مقاصد کے لیے خرچ کرتے ہوئے کبھی نہیں تھکتے، کبھی نہیں سوچتے کہ یہ کام کب ختم ہوگا؟ جیسے سمندر نہیں سوچتا۔ ایسے ہی ربّ کے قانون کو سمندر کی طرح تسلیم کر لیتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ سمندر راستہ نہ دے تو بارشیں کیسے ہوں؟ سمندر راستہ نہ دے، سورج کی حرارت کے آگے رکاوٹ بن جائے تو سارے انسان پانیوں سے محروم رہ جائیں، زندگی کا وجود ممکن ہی نہ ہو، ہمارے کھیت سبزیاں نہ اُگائیں، اناج نہ اُگیں، گھاس نہ اُگے، ہمارے جانور بھوکے مر جائیں، دودھ ختم ہو جائے، زندگی کے آثار ہی مٹ جائیں۔ سمندروں جیسا ظرف رکھنے والے افراد ہوتے ہیں جن کی وجہ سے انسانیت فیض اٹھاتی ہے، جن کی وجہ سے انسانوں کے لیے برکتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جو لوگ اپنے مال شب و روز خرچ کرتے ہیں۔"

وَعَنْ اَبِی سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:
اَيُّمَا مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰى عُرْیٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ وَاَيُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰى جُوْعٍ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ

الْجَنَّةِ وَاَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقَىٰ مُسْلِمًا عَلَىٰ ظَمَاٍ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ (سنن ابی داؤد: 1682)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمان کسی مسلمان کو برہنہ ہونے کے وقت (یعنی ضرورت کے وقت) لباس پہنائے گا اسے اللہ تعالیٰ جنت کا سبز لباس پہنائے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کو بھوکا ہونے کے وقت کھانا کھلائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھلوں میں سے کھلائے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کو پیاس لگنے پر سیراب کرے گا اللہ تعالیٰ اسے رحیق مختوم (مہر کردہ مشروب) پلائے گا۔“

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : مَا مِنْ مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا اِلَّا كَانَ فِيْ حِفْظِ اللّٰهِ مَا دَامَ مِنْهُ عَلَيْهِ خِرْقَةٌ. (جامع ترمذی: 2484)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو مسلمان کسی کو لباس پہناتا ہے وہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے جب تک اس پر اس کا ایک ٹکڑا بھی باقی رہے“۔ (اسے ترمذی نے ذکر کیا ہے اور حسن کہا ہے حاکم نے اسے ذکر کر کے صحیح الاسناد کہا ہے) البتہ اس کے الفاظ ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص کسی مسلمان کو کوئی لباس پہنائے وہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے پردہ میں رہتا ہے جب تک اس پر اس کا ایک دھاگہ بھی باقی رہے“۔

بھوکے کی بھوک مٹ جائے، پیاسے کی پیاس مٹ جائے اور بے لباس برہنہ نہ رہے، یہ تبھی ممکن ہے جب لوگ رات دن خرچ کریں۔

جب مٹھی بند ہوتی ہے تو غربت عام ہوتی ہے۔
جب مٹھی بند ہوتی ہے تو لوگ بے لباس پھرتے ہیں۔
جب مٹھی بند ہوتی ہے تو لوگ بھوک پیاس سے تڑپنے لگتے ہیں۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ﷛ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :مَنْ اَطْعَمَ مُؤْمِنًا حَتّٰی یُشْبِعَهُ مِنْ سَغَبٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ لَا یَدْخُلُهُ اِلَّا مَنْ کَانَ مِثْلَهُ (معجم کبیر طبرانی:85/20)

حضرت معاذ بن جبل ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی بھوکے مومن کو سیر ہو کر کھلائے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں ایسے دروازے سے داخل کرے گا جس سے اس جیسا ہی داخل ہوگا“۔ (یعنی سارے ہی بھوک مٹانے والے داخل ہوں گے۔)

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ﷛ قَالَ : جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ! عَلِّمْنِیْ عَمَلًا یُّدْخِلُنِی الْجَنَّةَ قَالَ : اِنْ کُنْتَ اَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ اَعْرَضْتَ الْمَسْاَلَةَ اَعْتِقِ النَّسَمَةَ وَفُکَّ الرَّقَبَةَ فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِکَ فَاَطْعِمِ الْجَائِعَ وَاسْقِ الظَّمْآنَ (مسند احمد 299/4، صحیح ابن حبان:357/1)

حضرت براء بن عازب ﷛ سے روایت ہے کہ ایک بدو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسا کام بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیرے الفاظ اگرچہ مختصر ہیں لیکن تیرا سوال لمبا چوڑا ہے، غلام آزاد کر، اسیر کو رہا کر، اگر تو اس کی طاقت نہیں رکھتا تو بھوکے کو کھانا کھلا اور پیاسے کو سیراب کر“۔

آپ نے کبھی کسی سے ایسا سوال پوچھا؟ ربّ العزت فرماتے ہیں:

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً

''جو لوگ اپنے مال دن رات کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں''۔

اگلی بات ہے کہ خرچ تو وہ کرتے ہیں لیکن سب کچھ چھپا کر نہیں ہوسکتا۔اس لیے کہ جہاں دن رات ایک ہی کام جاری ہو وہاں بہت سے معاملات کھل جاتے ہیں اور انسان Guilty Conscious ہوسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کھل کر کرو یا چھپ کر کرو، کھل جائے تو پرواہ نہیں ہے۔

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ج

''جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے''۔

اجر وسعتوں والے رب کے پاس ہے۔اس لیے اگر انسان کے سینے میں وسعت آتی ہے، انسانی ہمدردی پیدا ہوتی ہے، انسان کا ظرف وسیع ہوتا ہے، اس کے ہاتھ لمبے ہو جاتے ہیں، وہ زیادہ خرچ کرتا ہے تو اس کا اجر بھی وسیع ہو جاتا ہے۔

''اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے''۔

کتنا؟ جو لفظوں میں سمیٹا نہیں جاسکتا۔اتنی بات کردی کہ ربّ کے پاس آؤ گے تو بہت بے شمار بے کنار اجر پاؤ گے۔یوں تو ایک انسان کے اوپر اس کے کیے گئے کام کے اثرات مرتب ہوتے ہیں، چھپا کر کرے تو بہت اچھے رزلٹس آتے ہیں اور اگر openly کرے تو اس کے اثرات مختلف ہوتے ہیں لیکن پھر بھی چھپانے کے ساتھ کچھ کھل جاتا ہے تو اجازت ہے۔

چھپا کر نیکیاں کرنے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان کے اخلاق کی اصلاح ہوتی ہے، اچھے اخلاق نشوونما پاتے ہیں۔ یہ کام مسلسل ہوتا ہے Continuous Process ہے، جتنا خرچ کرو گے اتنی Refinement۔ انسان کوالٹی والا ہو جاتا ہے، بری صفات مٹ جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان مقبول بن جاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک انسان اگر اعلانیہ طور پر کرنا نہیں چاہتا لیکن اگر کوئی کام دوسروں کے سامنے کھل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں بھی کوئی خیر رکھ دیتے ہیں، اس طرح کہ دوسروں کو بھی Motivation ملتی ہے۔ انسان جان بوجھ کر اپنی بڑائی چاہنے کے لیے، دوسروں کی نظروں میں مقام پانے کے لیے خرچ کرے تو کوئی اجر نہیں لیکن اگر کہیں کوئی بات کھل جاتی ہے تو اس پر بھی اجر ہے۔ دیکھئے گا یہ اعلانیہ کام ہے لیکن

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

”ان کے لیے بھی اجر ہے ان کے رب کے پاس“۔

بسا اوقات نیکی کے کام کھل جانے کا ساری انسانیت کو فائدہ ہوتا ہے۔ ان کو بھی پتہ چلتا ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کے کیے ہوئے خرچ آج ساری انسانیت پر کھلے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کھلی کتاب ہے اور ساری انسانیت اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ ربّ نے کہا کہ مال خرچ کرنے والوں کا اجر ان کے ربّ کے پاس ہے۔ اس سے کون سا اجر مراد ہے؟ پہلی چیز ہے دنیا میں اجر، اللہ تعالیٰ عمر میں اضافہ فرما دیتے ہیں اور رزق میں برکت ملتی ہے اور انسان کو مال خرچ کر کے تسکین [Satisfaction] ملتی ہے۔ دوسری چیز ہے آخرت میں اچھا انجام، اللہ تعالیٰ کی رضامندی ملتی ہے۔ انسان کھلے چھپے خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ خالص نیت کے ساتھ قبول ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (274)

''نہ ان کے لیے کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم''۔

دنیا کی زندگی میں انسان مال کی محبت میں بری طرح سے مبتلا ہے، جکڑا ہوا ہے۔ اس محبت سے وہ نکل نہیں سکتا۔ کبھی وہ مال گن گن کے رکھتا ہے تو ربّ کہتا ہے کہ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۙ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ (الھمزہ: 1,2)

''ہلاکت ہے، تباہی ہے، بربادی ہے مال جمع کرنے والے کے لیے اور گن گن کے رکھنے والے کے لیے''۔

کبھی وہ پیسہ پیسہ کر کے مزید کی ہوس لیے ہوئے قبر کے کنارے پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مزاج کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (التکاثر: 1,2)

''کثرت کی طلب نے، کثرت کی ہوس نے تمہیں غفلت میں مبتلا کر دیا حتیٰ کہ تم لبِ گور (قبر کے کنارے) جا پہنچتے ہو''۔

یعنی تمہاری یہ حرص ختم نہیں ہوتی۔ ایک انسان مال کی حرص کو، محبت کو، مال کی ہوس کو دل کے اندر سے نکال نہیں سکتا، بہت مشکل ہے۔ شفٹ کر سکتا ہے، شفٹنگ آسان ہوتی ہے لیکن کھرچ کر، کھوج کے نکالنا زیادہ مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کا مال دینے پر آخرت کا مال پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس کا اجر عطا کرتا ہے۔

دنیا میں دیکھیں مال ہو تو انسان کو خوف لاحق ہو جاتا ہے، گم جائے گا، کوئی لے لے گا، چرا لے گا، کسی کے ہتھے چڑھ جائے گا، ہم محروم ہو جائیں گے۔ مال تو ایسی چیز ہے انسان کو سکون میں رہنے ہی نہیں دیتا۔ اگر انسان اس فکر سے کسی حد تک بے نیاز ہو، اس کے لیے وہ کوئی انتظام کر لے مثلاً گارڈز کا یا بینک میں رکھوا دے یا اس کے لیے کوئی اور محفوظ انتظام کر لے تو اگلی فکر ہے، نو اور ننانوے کا چکر ہے کہ اتنا کم کیوں ہے؟ اور زیادہ کیوں نہیں؟ تو آپ

دیکھیں کہ ایک اور چکر میں انسان پھنس گیا۔ایک کے بعد ایک، ایک کے بعد ایک دائرہ، خوف بھی ہے اور دوسری طرف غم بھی۔ یہ غم ہے کہ بڑھتا کیوں نہیں؟ اور زیادہ کیوں نہیں؟ انسان مزید کام کرتا ہے، بزنس میں لگاتا ہے تو اور تکلیفیں اٹھاتا ہے۔ مسلسل ایک انسان مال کی حرص میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔

پھر آپ دیکھیں کہ ایک انسان کو کتنی بیماریاں چمٹ جاتی ہیں۔حرص کی بیماری، بخل کی بیماری، ذخیرہ اندوزی کی بیماری، ملاوٹ کی بیماری۔ پھر اسی طرح ایک انسان قیمتیں چڑھانے کی کوشش کرتا ہے تو دوسروں کی ضروریات کا احساس نہیں کرتا، سنگ دل ہو جاتا ہے، سنگ دلی کی بیماری، پھر non co-operative ہو جاتا ہے۔اپنے مال کی فکر کرتا ہے کہ کہیں خرچ کیا تو کم نہ ہو جائے تو اس کا بھی غم لاحق رہتا ہے کہ مال کم کیوں ہو رہا ہے؟ حتیٰ کہ انسان اپنی ذات کے بارے میں بھی بخیل ہو جاتا ہے۔انسان اس مال کی محبت کی وجہ سے بہت ساری اَخلاقی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

آپ کبھی حرص کو دیکھنا چاہیں تو کتے کے اندر دیکھ لیں۔سراپا حرص۔ کتے کو ہڈی مل جائے، گوشت مل جائے یا مردار کا کوئی ٹکڑا مل جائے، کھا لیتا ہے، مرنے لگتا ہے کھا کھا کے، باقی کو منہ میں دبا لیتا ہے کہ مٹی میں کہیں جا کے دبا دوں تا کہ بعد میں پھر اس سے استفادہ کر سکوں۔ اگر راستے میں کہیں پانی میں اپنا سایہ دیکھ لے تو اس کو خوف لاحق ہو جاتا ہے کہ شاید دوسرا کتا آ گیا جو مجھ سے میرا مال چھین لینا چاہتا ہے۔انسان کے اندر بھی کچھ ایسی ہی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کو اپنے مال کے ساتھ ہمیشہ دوسرا فرد انسانی روپ میں نظر نہیں آتا، اسے وہ بھیڑیا ہی لگتا ہے، اسے یوں ہی لگتا ہے کہ یہ مجھ پہ حملہ آور ہو جائے گا۔ مال کی محبت کی وجہ سے انسانیت چھن جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (274)

"ان کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔

یعنی ایسا مال جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے محفوظ ہے کیونکہ وہ حق دار کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کیسے کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اسے بڑھاتا ہے۔ کئی گنا بڑھا چڑھا کر انسان کو اس کا اجر عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں پر یہ واضح کر دیا ہے کہ دیکھو کتنی نوعیت کے کردار ہیں جو مال کی محبت کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں! حریص انسان کا کردار، بخیل انسان کا کردار، پیسے پیسے کے پیچھے مر جانے والا کردار، رشتوں کی محبت کو توڑ دینے والا انسان، رشتے کاٹ دینے والا انسان اور خون کو سفید کر لینے والا انسان۔ انسان انسان ہی نہیں رہتا۔ انسان بس پھر پیسے کی نظر سے دیکھتا ہے، پیسہ سنتا ہے، پیسہ ہی بولتا ہے اور پیسہ ہی اس کا سب کچھ بن جاتا ہے، اس کا اوڑھنا بچھونا، اس کے انگ انگ سے پیسہ بولتا ہے اور اس کے وجود کا ایک ایک حصہ اُسے پیسے کا احساس دلاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ایک ایک چیز اس سے پیسے کا مطالبہ کرتی ہے اور انسان سراپا پیسہ بن جاتا ہے۔ انسانیت اس کے اندر سے ختم ہو جاتی ہے۔ بھر پور طریقے سے وہ مادیت پرست انسان بن جاتا ہے۔

ایک مال دار کی ذہنیت کو اگر ہم دیکھیں تو مال والا دنیا میں محبت نہیں کر سکتا۔ مال والے کے لیے یہ مشکل راستہ ہے۔ مال والا جب مال کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے تو کسی کے ساتھ اسے ہمدردی نہیں رہتی، ہمدردی چھن جاتی ہے، ایثار چھن جاتا ہے، تعاون چھنتا ہے۔ مال کی وجہ سے دوسروں پر ترس کھانے کا جذبہ چھنتا ہے۔ مال کی محبت کی وجہ سے ایک انسان سراپا خود غرض بن جاتا ہے۔ اتنی خود غرضی اس کے اندر جنم لیتی ہے کہ اس کو اپنی ذات کے ماسوا کچھ نہیں دِکھتا۔ جو کچھ دِکھتا ہے اپنی ذات کے مخالف دِکھتا ہے لٰہذا وہ غم کھاتا رہتا ہے۔ اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہر کوئی میرے خلاف ہے اور ہر کسی کی نظر میرے مال پر لگی ہے کیونکہ

مال کے علاوہ اس کے ذہن میں کوئی اور چیز جگہ ہی نہیں بناتی ۔کبھی کبھی مجھے محسوس ہوتا ہے کہ مال دار شخص کے دماغ کی تصویر بنانا چاہیں تو اس پہ صرف نوٹوں کی تصویریں ہو سکتی ہیں۔ اس کے خیالات کرنسی سے متعلق، مال سے متعلق، اس کے افکار میں مال بسا ہوا ہے، اس کے ذہن کے اندر جو چیز جگہ پاتی ہے وہ مال ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا:

''ابنِ آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اس کے مال میں سے اس کا حصہ تو اتنا ہی ہے جتنا اس نے کھایا اور کھا کے ختم کر دیا، پہنا اور پہن کر پرانا کر دیا اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیا وہ بچا لیا''۔ (صحیح مسلم: 7420)

مال دار اپنے لیے بچانا چاہتا ہے اور کچھ بھی نہیں بچتا۔موت کے وقت پتہ چلتا ہے کہ گئی ساری دولت، ساری جوانی، سارا وقت، ہر چیز اس کے ہاتھ سے یوں نکل جاتی ہے جیسے ریت ہتھیلیوں پہ نہیں ٹھہرتی۔سب کچھ نکل جاتا ہے۔اس وقت انسان کو ہوش آتا ہے کہ میں برباد ہو گیا اور حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے مالدار کی تصویر کشی کی ہے، اس وقت وہ کہے گا:

مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ (الحاقة:28)

''میرا مال میرے کسی کام نہ آیا''۔

پھر مال کے پیچھے انسان کیوں دیوانہ ہو جائے؟ اللہ تعالیٰ یہاں پر مال کے بارے میں انسان کے ذہن کی اصلاح کرتے ہیں کہ دیکھو مال رکھنے والے ایسے بھی ہیں:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

''وہ لوگ جو مال خرچ کرتے ہیں، دن رات کرتے ہیں، کھلے چھپے کرتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے''۔

دیکھو ان کے لیے کوئی خوف نہیں، انہیں کسی چیز کا غم نہیں۔مال تو انہوں نے بھی پایا

ہے لیکن اس مال پر صرف اپنا حق نہیں سمجھا، انہوں نے مال کی حقیقت کو جان کر اس کے ساتھ وہ معاملہ کیا ہے جو فطری طور پر کرنا چاہیے۔ لہٰذا دیکھو! وہ کتنے سکون میں ہیں، امن میں ہیں، دنیا میں بھی انہوں نے برکتیں پائیں اور آخرت میں بھی انہوں نے بہترین مقام بنا لیا۔ یہ بتاؤ کہ تم نے مال سے کیا پایا؟ تم نے مال سے خوف خریدا، تم نے مال سے دہشت خریدی، تم نے مال سے غم خریدا، تم نے مال سے دشمنیاں خریدیں، تم نے مال کی وجہ سے حاسد پیدا کیے، تم نے مال کی وجہ سے اپنے رشتے کاٹے، تم نے دنیا میں مال کی وجہ سے کیا ہی کیا ہے؟ آؤ دیکھو تمہیں بتاتے ہیں کہ مال کس لیے ہوتا ہے؟ آؤ اس گروہ میں شامل ہو جاؤ:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً

یہ تو ایک نرالا گروہ ہے۔ ان کے چہروں پر تسکین ہے۔ یہ مال داروں کا گروہ ہے لیکن یہ کیسا گروہ ہے؟ جہاں دل سمندر سے زیادہ وسیع ہے، ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، جہاں دوسرے انسانوں سے ہمدردی ہے، محبت ہے، ان کے ساتھ تعاون ہے، ان کا دکھ ان سے بڑھ کر محسوس ہوتا ہے۔ ان کے لیے خرچ کرتے ہیں تو تسکین ملتی ہے، ربّ کی رضا ملتی ہے، ربّ کی رحمتیں ملتی ہیں، ربّ کی طرف سے برکت نازل ہوتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو انسانیت کے لیے ہیروں جیسے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو انسانیت کا نمک ہیں، انسانیت کی cream ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے انسانیت کو آج بھی زندگی ملی ہوئی ہے۔ ان کی وجہ سے انسانیت کے لیے آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جو لوگ رات دن اپنے مال کو دوسروں کے لیے خرچ کرنے کو اپنا معمول جچے، جنہوں نے مال کو ہاتھ کی میل بنالیا کہ آئے اور نکل جائے، آئے اور لگ جائے۔ انسان تو mediater ہے، ایک طرف سے پائے اور دوسری طرف سے نکال دے کیونکہ اگر رک گیا تو وہ مال فتنہ بن جائے گا، اگر رک گیا تو اس کی وجہ سے انسان خراب ہو جائے گا۔ ذہن خراب ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے پوری انسانیت کا استحصال

ہوتا ہے۔ایک شخص کی مٹھی بند ہو تو اس کی وجہ سے کتنے انسانوں کی بھوک، پیاس اور کتنے لوگوں کی ہدایت کا راستہ بند ہوتا ہے اور کتنے لوگوں کی بھوک کا دروازہ کھل جاتا ہے! ان کے بے لباس ہونے کے چانسز بڑھ جاتے ہیں! اگر انسانوں کی مٹھی بند ہونے لگے تو ربّ کا انسانیت کے لیے جو پلان ہے، جو پروگرام ہے وہ پورا نہیں ہوسکتا۔زمین کا نظام بگڑ جاتا ہے۔

جانتے ہیں کہ زمین پر فساد کیوں ہے؟ بگاڑ کیوں ہے؟ بھائی بھائی کا دشمن کیوں ہے؟ جانتے ہیں انسان کیوں قتل ہوتے ہیں؟ جانتے ہیں جیلیں کیوں بھری ہوئی ہیں؟ جانتے ہیں کہ انسان انسان کی غلامی میں کیوں مبتلا ہے؟ انسان کے پاس ہدایت نہیں ہے۔انسان کے پاس رہنمائی نہیں ہے۔اس رہنمائی کے راستے کی رکاوٹ کون ہے؟ انسان، جس نے مال پہ قبضہ کرر کھا ہے، جو مال اسے اللہ تعالیٰ دیتا ہے اسے اپنی مٹھی میں، اپنی دسترس میں رکھنا چاہتا ہے، اسے انسانیت کی خدمت کے لیے نہیں لگانا چاہتا اور اگر اس کے ذہن میں خدمت کا کوئی خیال آتا بھی ہے تو فقط بھوک مٹانا چاہتا ہے، پیاس دور کرنا چاہتا ہے، برہنگی دور کرنا چاہتا ہے۔یہ سارے بھی کرنے کے کام ہیں لیکن فقط یہی کام نہیں ہیں۔بڑے کام کرنے سے یہ کام automatically ہوں گے اور بڑا کام کیا ہے؟ ہدایت کے دروازے کھولنا۔کھول دیجئے ناں سب کے لیے یہ دروازے۔یہ تبھی ممکن ہے جب آپ کے دل کھل جائیں۔ذہن کھلے، دل کھلے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق مٹھی کھل جائے۔

کیا آپ ایسے لوگوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں جو اپنے مال رات دن خرچ کرتے ہیں، کھلے چھپے خرچ کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے افراد میں شامل کر دے۔یہ تو انبیاء علیہم السلام کا قافلہ ہے، جن کے پیچھے ہر دور کے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے والے افراد چلے ہیں، ان میں شامل ہوئے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس قافلے میں شامل فرمالے اور ہمیں سابقون الاولون میں

شامل فرمالے،ہمیں سبقت کرنے والوں میں شامل فرمالے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جولوگ اپنے مال شب وروز کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں ان کا اجران کے ربّ کے پاس ہے''۔

دنیا میں جنہوں نے دوسروں کو چانس دیا بھوک مٹانے کا،ہدایت حاصل کرنے کا، لباس پہننے کا،اپنا علاج کروانے کا،جس نے دوسروں کو چانس دیا کہ وہ اپنی معاشی ترقی کے راستے کھولیں،انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی،جس نے چانس دیا کہ یہ مملکت فلاحی مملکت بن جائے،جس نے چانس دیا کہ انسانیت رب کی رحمتوں کے سائے تلے آجائے، اللہ تعالیٰ اس چانس کے دینے پر اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔آج چانس دو،کل ملے گا۔اللہ تعالیٰ چانس دینے کے لیے تیار ہے لیکن جو چانس لینا چاہے اور چانس لینے کا طریقہ کار کیا ہے؟ سب سے پہلے ذہن کے اندر وسعت پیدا کرے،دل غنی کر لے،دل کے اندر وسعت آئے گی تو انشاءاللہ تعالیٰ ہاتھ میں بھی وسعت آئے گی۔حقیقت یہ ہے کہ انسان جب اپنے مال پر اللہ تعالیٰ کا حق تسلیم کر لیتا ہے تو اسے تھوڑا خرچ کر کے Satisfaction نہیں ہوتی۔وہ خرچ کرتا ہے تو اس کا دل کرتا ہے کہ میں اور کروں،اور کروں،اور کروں۔کہیں اس کا رکنے کو جی ہی نہیں چاہتا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو رات دن خرچ کریں گے،کھلے چھپے کریں گے،ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے، ان کے لیے نہ خوف ہوگا نہ غم۔

یہاں پر ایک اور چیز بھی دیکھئے گا کہ خوف کا تعلق ہمیشہ مستقبل سے ہوتا ہے اور انسان کو ہمیشہ یہ دھڑ کا لگا رہتا ہے کہ مال ختم ہو جائے گا پھر کیا کریں گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تم نے یہ جان لیا کہ مال اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے،رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، پھر تو دھڑ کا ہونا ہی نہیں چاہیے۔اللہ تعالیٰ اس دھڑ کے سے نکال لیتا ہے،اس اندیشے سے

نکال لیتا ہے۔ دنیا میں انسان کے ذہن میں شیطان ہمیشہ یہی وسوسہ ڈالتا ہے کہ نیکی کا کام اب تو کرلو گے، پھر کیا بنے گا؟ جس نے پہلے دیا تھا دوبارہ بھی وہی دے گا۔ پہلے کس نے دیا تھا؟ پہلے کہاں سے آیا تھا؟ یہ مال مریخ سے تو نہیں آیا، کسی اور مقام سے تو نہیں آیا، اسی زمین سے رزق پیدا ہوا، ربّ نے پیدا کیا، وہی ہم تک پہنچا تو اگر اللہ تعالیٰ پہلے اسباب پیدا کرسکتا ہے تو اب کیوں نہیں؟ آئندہ کیوں نہیں؟ اللہ تعالیٰ مستقبل کے اندیشے کو دور کردیتے ہیں، دنیا میں بھی اور اسی طرح آخرت میں تو یہ خوف مستقل طور پر ختم ہوجائے گا۔

غم ہوتا ہے انسان کو ماضی کا تو صدقہ کرکے انسان اپنی برائیوں کو، غلطیوں کو بھی دھوتا ہے کیونکہ ربّ العزت نے فرمایا:

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (ھود: 114)

''یقیناً نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں''۔

انسان اپنے ماضی کے ایک ایک گناہ اور غلطی کو یاد کرکے اس کے کفارے کے لیے جب صدقہ دیتا جاتا ہے تو غم سے بھی آزاد ہوتا جاتا ہے۔ جیسے گناہوں نے انسان کو جکڑا ہوا ہے، گرہیں لگی ہوئی ہیں، ایک بار صدقہ کیا تو ایک گرہ کھل گئی، پھر اور دیا پھر اور کھلی، پھر اور، پھر اور، تو انسان اگر اس مشن پہ لگ جائے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں، پھر غم نہیں رہتا، تکلیف نہیں رہتی۔

اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان سمندر کی طرح ہوجائے۔ جہاں سے بھاپ اٹھتی ہے، جہاں سے بادل جنم لیتے ہیں، جہاں سے یہ ممکن ہوتا ہے کہ بارشیں ہر علاقے تک پہنچیں اور سارے ہی انسان، جانور، ساری زمینیں سیراب ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ مال والے مال لگائیں اور کہاں کہاں لگائیں؟ مسلمانوں پر بھی اور غیر مسلموں پر بھی۔ ہر ایک پر مال لگائیں، انسانی ہمدردی پروان چڑھے اور انسانیت کو فیض پہنچے، ساری

انسانیت فائدہ اٹھائے۔لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اگر ہم دیکھیں تو آپ ﷺ نے بنیادی طور پر یہ کام کیا تھا کہ خود بھی خرچ کیا، دوسروں کو توجہ بھی دلائی اور ایک ایسا سسٹم Develop کیا جس کی وجہ سے ساری انسانیت نے اس دور میں فیض حاصل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں وہ وقت آ گیا تھا جب زکوٰۃ دینے والے سبھی تھے، لینے والا کوئی نہیں تھا۔ایسے معاشرے کا تصور آج کی دنیا کے افراد بھی نہیں کر سکتے کہ ہم کوئی ایسا سسٹم بنا سکتے ہیں جس کی وجہ سے سب سخی ہو جائیں۔دیکھیں جتنے بھی معاشی نظام دنیا میں وجود میں آتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر کوئی اپنی محنت کے مطابق حاصل کرے اور اپنے مال کو اپنا مال سمجھ کے جیتا چلا جائے، مزید اسے ترقی دیتا جائے لیکن اسلام جس اقتصادی نظام کو متعارف کراتا ہے وہ صرف ایک انسان کے لیے نہیں، سارے معاشرے کے لیے انسان کے دل کو وسیع کر دیتا ہے کہ اگر آپ مستحق ہیں تو آپ کو ملے گا۔آپ جیسے ہی دوسرے ہوں گے جو آپ پر احسان نہیں جتلائیں گے، جو آپ کے لیے effort کریں گے، جو آپ کے لیے کوششیں کریں گے تاکہ آپ بھی ان کے side by side چلیں، آپ بھی ان کے کندھے سے کندھا ملا کے چلیں۔یہ اسلامی نظام ہے جہاں ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ دوسروں کا خیال رکھے۔صرف حکومتی طور پر اس کا انتظام نہیں کیا جائے گا، ایک ایک فرد اس کا انتظام کرے گا۔

دنیا میں جتنے اقتصادی نظام ہیں ان میں حکومتیں انتظام کرتی ہیں۔یہ جائزہ لیتی ہیں کہ ہمیں کون کون سے اقتصادی فلاح کے لیے کام کرنے ہیں؟ لہٰذا معاشی فلاح کے لیے جو کام کیے جاتے ہیں، اس کے لیے ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔Tax جرمانہ ہے جبکہ صدقہ دل کی خوشی ہے۔کتنا فرق ہے! صدقے کی وجہ سے انسان کو تسکین ملتی ہے۔انسان اپنی چوائس سے کرتا ہے، پھر اجر پانے کی امید رکھتا ہے، کسی پر احسان نہیں۔یہ ایک نئی قسم کا انسان ہے

جو اس معاشی نظام کے توسط سے وجود میں آتا ہے۔ یہ ایسا انسان ہے جیسا ربّ نے چاہا لیکن کوئی اور معاشی نظام اس طرح کے انسان پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کا ٹارگٹ ہی نہیں، ان کا مقصد ہی نہیں، ان کے پاس یہ وسعت ہی نہیں ہے کہ اس قسم کی ذہنیت پیدا کر دیں کیونکہ معاشی نظام کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ مالی معاملات کو settle کیا جائے، ان کی settlement کے لیے جو اصول ضابطے اور قانون بنتے ہیں وہ صرف اصولوں کی حد تک کہ ان کی وجہ سے معاشرے کے اندر پیسے کا Flow ٹھیک رہے اور ترقی کے کام ہوتے رہیں، welfare کے کام بھی to some extent ہوتے رہیں تو ٹھیک ہے۔ یہ سارے کام بھی ضروری ہیں لیکن ان کاموں کی وجہ سے انسان نہیں بدلتا۔ لہٰذا انسان کو جہاں موقع ملتا ہے تو ٹیکس چوری کر لیتا ہے۔ انسان کو جب موقع ملے گا تو اس کی وجہ سے وہ تکلیف محسوس کرے گا۔ موقع کیا ملنا ہے؟ انسان مال دے کے اچھا نہیں محسوس کرتا اور یہ چاہتا ہے کہ مجھے دوسری طرف سے benefit ملے۔

مثال کے طور پر جب ٹیکس نمبر issue کیے جاتے ہیں تو حکومتیں لوگوں کو یہ ترغیب دلاتی ہیں کہ اس کی وجہ سے آپ کو یہ یہ benefits ملیں گے تو دنیا میں انسان منافع وصول کرتا ہے اور کبھی مطمئن نہیں ہوتا کہ اس سے مجھے اتنا فائدہ تو نہیں ملا اور ہمیشہ ہی انسان اندر سے تلخی محسوس کرتا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ اس کی کبھی محبت پروان نہیں چڑھتی جن کی فلاح و بہبود کے لیے وہ کام کرتا ہے، بھلے سے اسکول بنا دے، ہسپتال بنا دے، بھلے سے ترقی کے کتنے ہی کام کر لے۔ کتنے ہی سسٹمز ہیں دنیا میں جہاں فیکٹریوں کے مالکوں کے لیے ایریاز متعین کر دیے جاتے ہیں کہ اس ایریا کے بچوں کی تعلیم کے آپ ذمہ دار ہیں یا یہاں کی ہیلتھ کے آپ ذمہ دار ہیں تو کام بھلے سے وہ کر لیں، وہ طمانیت نصیب نہیں ہوتی، اَخلاق کی اصلاح بھی نہیں ہوتی، انسان نہیں بدلتا۔ لہٰذا اس نظام کے وہ فوائد نصیب نہیں ہوتے۔

دوسری طرف صدقے کے نظام کی طرف دیکھئے تو صدقہ دل کی صفائی ہے،صدقِ دل سے خرچ کیا جانے والا مال ہے۔صدق کے تو اثرات انسان پر مرتب ہوتے ہیں۔یہ سچائی دل سے پھوٹتی ہے اور پوری انسانیت اس سے فائدہ اٹھاتی ہے اور اسی سچائی کے صلے میں انسان جنت میں چلا جاتا ہے۔کہاں صدقِ دل سے دیا جانے والا مال ہے اور کہاں مجبوری کے تحت دیا جانے والا مال ہے!اسلام ایک ایسا سسٹم متعارف کرواتا ہے جس سے سب لوگ فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

دنیا میں دو طرح کے کردار ہوتے ہیں،ایک کردار بھی مال خرچ کرتا ہے اور دوسرا بھی۔اغنیاء کو اگر ہم دیکھیں تو خرچ کرنے والوں کا ایک کردار ایسا ہے جہاں خرچ کرتے ہیں،دوسروں پر احسان جتلاتے ہیں،دکھ دیتے ہیں،ریا کاری کرتے ہیں،لوگوں کی نظروں میں مقام بنانا چاہتے ہیں اور پھر یہ کہ اس فائدے سے مزید فائدے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔میں اغنیاء میں سے ایک دوسری تصویر آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔یہ انبیاء علیہم السلام کی تصویر ہے۔انبیاء علیہم السلام کس طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا کرتے تھے! اور انبیاء علیہم السلام میں سے بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی مثال آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے۔لوگوں سے کہا تھوڑی دیر کے لیے رکیں،انتظار کریں،میں ابھی آتا ہوں۔تھوڑا سا وقت لگ گیا۔واپس آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ کیا کوئی مسئلہ ہو گیا تھا؟جواب ملا میرے پاس دو یا تین درہم تھے جو گھر کے اندر موجود تھے۔میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میرے گھر کے اندر موجود رہیں اس لیے میں نے کہا کہ پہلے یہ کام کرلوں۔

یہ وہ انسان ہے جس کے پاس دنیا کے خزانے پہنچتے ہیں اور سب کے درمیان بانٹ کے دامن جھاڑ کے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔بحرین سے مال آیا تو صحنِ مسجدِ نبوی ﷺ بھر گیا،

ڈھیر لگ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے دینا شروع کیا تو لینے والے آہستہ آہستہ ختم ہوگئے۔ آپ ﷺ نے جی بھر کے دیا، لوگوں کی مانگ کے مطابق دیا لیکن اپنے لیے کیا بچایا؟ کچھ نہیں۔ (صحیح بخاری:421) دل دریا ہے۔ دل تو سمندر ہے۔ دینے والے پر نظریں ہیں، دینا اُس نے ہے۔ جو آرہا ہے وہ سب سارے انسانوں تک پہنچ رہا ہے۔ یہ ہے سچا غنی انسان! یہ ہیں رات دن خرچ کرنے والوں کے لیے ایک مثالی انسان کی تصویر! یہ ہے کھلے اور چھپے خرچ کرنا! جہاں جیسے موقع ملتا ہے اسی طرح خرچ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے آکر کہا یہ جو آپ کے پاس اتنی بکریاں ہیں کہ دو پہاڑوں کے درمیان پھیلی ہوئی ہیں، اتنا بڑا ریوڑ ہے اور میرے پاس ایک بکری بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ ساری ہی لے جاؤ، سب تمہاری ہیں''۔ دل سمندر جیسا ہے۔ وہ شخص اپنی قوم کے پاس گیا اور اس نے کہا لوگو! مسلمان ہو جاؤ۔ محمد ﷺ اتنا بڑا سخی ہے کہ وہ دیتے ہوئے یہ بھی خیال نہیں کرتا کہ میں فقیر ہو جاؤں گا۔ (صحیح مسلم:6021)

یہ ہے انقلاب لانے والے کی تصویر! ایسی شخصیات سے انقلاب ابھرتے ہیں۔ اس طرح دنیا بدلتی ہے۔ پہلے خود کو بدلنا پڑتا ہے، پہلے اپنی ذات پہ Impliment کرنا پڑتا ہے۔ جس کی خود Understanding ہوگئی، اسے دوسروں کے سامنے پیش کیا تو دوسروں نے بھی اثر قبول کیا۔ یہ اثر صرف زبان کا نہیں عمل کا ہے، یہ خود اس تصویر میں ڈھل جانے کا ہے جو تصویر ربّ کو بہت پسند ہے۔ یہ ایک غنی انسان کی تصویر ہے۔ ایک غنی انسان کا یہ کردار ہے۔ جو دنیا میں انقلاب لانا چاہے اسے اپنے ہاتھ اسی طرح سے کھلے رکھنے پڑتے ہیں۔